امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

کے ترجمہ قرآن کی مناسبت سے اشاعت خاص

انوارِ کنز الایمان

مرتبین

ڈاکٹر امجد رضا امجد انڈیا

ملک محبوب الرسول قادری پاکستان

انٹرنیشنل غوثیہ فورم

198/4

0321,0300 9429027 E-mail:mahmoobqadri787@gmail.com

برائے ایصال ثواب

حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمٰن ارچی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ (مدفون: لاہور)

حضرت قائد اہل سنت شیخ الاسلام مولانا الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ (مدفون: کراچی)

غازی اسلام جانثار پاکستان ملک عبدالرسول قادری رحمۃ اللہ علیہ (مدفون: جوہر آباد)

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

کے ترجمہ قرآن کی مناسبت سے

اشاعت خاص

انوارِ کنز الایمان

ڈاکٹر امجد رضا امجد (انڈیا)

ملک محبوب الرسول قادری (پاکستان)

انٹرنیشنل غوثیہ فورم

انوار رضا لائبریری 198/4 جوہر آباد (41200) پنجاب، پاکستان

0092-300/321-9429027

mahboobqadri787@gmail.com

اصول ترجمۂ قرآن کریم

—— ■ علامہ عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ

اصل موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم، تفسیر اور ترجمہ کے معانی اور تعریفات ذکر کر دی جائیں تا کہ اصل مطلب کے سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی رہے۔

قرآن کریم:

عربی لغت میں قرآن، قراءت کا ہم معنی مصدر ہے، جس کا معنی پڑھنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (۷۶/ ۱۸-۱۷)

"بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے، تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت پڑھے ہوئے کی اتباع کرو" (کنز الایمان)

پھر معنی مصدری سے نقل کر کے اللہ تعالیٰ کے نبی اکرم ﷺ پر نازل کیے ہوئے معجز کلام کا نام قرآن رکھا گیا، یہ مصدر کا استعمال ہے مفعول کے معنی میں جیسے خلق بمعنی مخلوق عام طور پر آتا ہے۔[1]

تفسیر:

عربی زبان میں تفسیر کا معنی ہے "واضح کرنا اور بیان کرنا" اسی معنی میں کلمہ تفسیر سورۂ فرقان کی اس آیت میں آیا ہے: وَلَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا (الفرقان ۲۵/ ۳۳)

"اور کوئی کہاوت تمہارے پاس نہ لائیں گے مگر ہم اس سے بہتر بیان لے آئیں گے"

اصطلاحی طور پر تفسیر وہ علم ہے جس میں انسانی طاقت کے مطابق قرآن پاک سے متعلق بحث کی جاتی ہے کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی مراد پر دلالت کرتا ہے۔

جب یہ کہا گیا کہ تفسیر میں قرآن کریم سے بحث ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مراد پر دلالت کرنے کے اعتبار سے تو اس قید سے درج ذیل علوم خارج ہو گئے انہیں تفسیر نہیں کہا جائے گا۔

علم قراءت: اس علم میں قرآن کریم کے احوال ہی سے بحث ہوتی ہے لیکن قرآن پاک کے

کلمات کے ضبط اور ان کی ادائی کی کیفیت پیش نظر ہوتی ہے۔

علم رسم عثمانی: اس علم میں قرآن کریم کے کلمات کی کتابت سے بحث کی جاتی ہے۔

علم کلام: اس علم میں بحث کی جاتی ہے کہ قرآن پاک مخلوق ہے یا نہیں۔

علم فقہ: اس علم میں بحث کی جاتی ہے کہ حیض ونفاس اور جنابت کی حالت میں قرآن پاک کا پڑھنا حرام ہے۔ [۴]

علم صرف: اس علم میں کلمات کی ساخت سے بحث ہوتی ہے۔

علم نحو: اس میں کلمات کے معرب (اعراب لگانا) ومبنی ہونے اور ترکیب کلمات سے بحث ہوتی ہے۔

علم معانی: اس میں کلام فصیح کے موقع محل کے مطابق ہونے سے بحث کی جاتی ہے۔

علم بیان: اس میں ایک مطلب کو مختلف طریقوں سے بیان کرنے کی بحث ہوتی ہے۔

علم بدیع: اس میں وہ امور زیر بحث آتے ہیں جن کا تعلق الفاظ کے حسن وخوبی سے ہوتا ہے غرض یہ کہ صرف علم تفسیر ہی وہ علم ہے جس میں طاقت انسانی کے مطابق قرآن پاک کے ان معانی اور مطالب کو بیان کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہیں۔

طاقت انسانی کی قید کا مطلب یہ ہے کہ متشابہات کے مطالب اور اللہ تعالیٰ کی واقعی مراد کا معلوم نہ ہونا علم تفسیر کے خلاف نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی مراد اسی حد تک بیان کی جائے گی جہاں تک انسانی طاقت اور علم ساتھ دے گا۔

وہ علوم جن کی مفسّر کو حاجت ہے:

علما اسلام نے مفسر کے لیے درج ذیل علوم میں مہارت لازمی قرار دی ہے:

(۱) لغت (۲) صرف (۳) نحو
(۴) بلاغت (۵) اصول فقہ (۶) علم التوحید
(۷) قصص (۸) ناسخ ومنسوخ (۹) علم وہبی
(۱۰) اسباب نزول کی معرفت
(۱۱) قرآن کریم کے مجمل اور مبہم کو بیان کرنے والی احادیث

وہبی علم، عالم باعمل کو عطا کیا جاتا ہے، جس شخص کے دل میں بدعت، تکبر، دنیا کی محبت یا گناہوں کی طرف میلان ہو اسے علم وہبی سے نہیں نوازا جاتا۔

ارشاد ربانی ہے: سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ (توح ۱۴۶)

''اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق بڑائی چاہتے ہیں۔'' (کنز الایمان)

امام شافعی فرماتے ہیں:

شَکَوْتُ اِلٰی وَکِیْعٍ سُوْءَ حِفْظِیْ
فَاَرْشَدَنِیْ اِلٰی تَرْکِ الْمَعَاصِیْ
وَاَخْبَرَنِیْ بِاَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ
وَنُوْرُ اللّٰہِ لَا یُھْدٰی لِعَاصِیْ

☆ میں نے امام وکیع کے پاس حافظے کی خرابی کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں کے ترک کرنے کی ہدایت فرمائی۔

☆ اور مجھے بتایا کہ علم نور ہے اور اللہ تعالیٰ کا نور گناہگار کو عطا نہیں کیا جاتا۔

یہ علوم اور ان کے علاوہ دیگر شرائط تفسیر کے اعلیٰ مراتب کے لیے ضروری ہیں۔ عمومی طور پر اتنا علم کافی ہے جس سے قرآن پاک کے مطالب اجمالی طور پر سمجھے جا سکیں اور انسان اپنے مولائے کریم کی عظمت اور اس کے پیغام سے آگاہ ہو سکے۔

تفسیر کے اعلیٰ مراتب کے لیے چند امور نہایت ضروری ہیں:

۱۔ قرآن کریم میں واقع کلمات مفردہ کی تحقیق، لغت عربی کے استعمالات کے مطابق کی جائے، کسی بھی محقق کو چاہیے کہ کلمات قرآن کی تفسیر ان معانی سے کرے جن میں وہ کلمات نزول قرآن کے زمانے میں استعمال ہوتے تھے۔ بہترین طریقہ یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ یہ لفظ قرآن پاک کے مختلف مقامات میں کن معانی میں استعمال ہوا ہے، پھر سیاق وسباق اور موقع محل کے مطابق اس کا معنی بیان کیا جائے۔ قرآن پاک کی بہترین تفسیر وہ ہے جو خود قرآن پاک سے کی جائے۔

۲۔ بلغاء کے کلام کا وسیع اور گہرا مطالعہ کر کے ان کے کلام کے بلند پایہ اسالیب، نکات اور محاسن کی معرفت حاصل کی جائے اور متکلم کی مراد تک رسائی حاصل کی جائے، اس طریقے سے ہم اللہ تعالیٰ کی مراد مکمل طور پر سمجھنے کا دعویٰ تو نہیں کر سکتے، تاہم کلام الٰہی کے مطالب تک اس قدر رسائی حاصل کی جا سکتی ہے جس سے ہم ہدایت حاصل کر سکیں۔ اس سلسلے میں علم نحو، معانی اور بیان کی ضرورت ہے، لیکن صرف ان علوم کے پڑھ لینے سے کام نہیں چلے گا بلکہ ان علوم کی روشنی میں بلغاء کے کلام، قرآن کریم اور حدیث شریف کا وسیع مطالعہ بہت ضروری ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں مخلوق کے بہت سے احوال اور ان کی طبیعتوں کا بیان کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ان کے بارے میں کیا رہا؟، سابقہ امتوں کے

بہترین واقعات اور ان کی سیرتیں بیان کیں، اس لیے قرآن پاک کا مطالعہ کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ سابقہ قوموں کے ادوار اور اطوار سے واقف ہو اور اسے معلوم ہو کہ طاقتور کون تھا اور کمزور کون؟ اس طرح عزت کس کو ملی اور ذلت کسے نصیب ہوئی؟ علم اور ایمان کس کے حصے میں آیا اور کفر و جہل کس کو ملا؟ نیز عالم کبیر یعنی عناصر (آگ، ہوا، پانی اور مٹی) اور افلاک کے احوال سے باخبر ہو، اس مقصد کے لیے بہت سے فنون درکار ہیں، ان میں سے اہم علم تاریخ اپنے تمام شعبوں سمیت ہے۔

قرآن پاک میں امم سابقہ، سننِ انبیاء اور اللہ تعالیٰ کی ان آیات کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے جو آسمانوں اور زمین، آفاق اور نفوس میں پائی جاتی ہیں، یہ اس ہستی کا بیان کردہ اجمال ہے جس کا علم ہر شے کو احاطہ کیے ہوئے ہے، اس نے ہمیں غور و فکر اور زمین میں سیر کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ ہم اس کے اجمال کی تفصیل کو سمجھ کر ترقی کے زینے طے کر سکیں، اب اگر ہم کائنات پر ایک سرسری نظر ڈالنا ہی کافی جان لیں تو یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کہ ایک شخص کسی کتاب کی جلد کی رنگینی اور دلکشی کو دیکھ کر خوش ہو جائے اور اس علم و حکمت سے غرض نہ رکھے جو اس کتاب میں ہے۔

۴۔ فرض کفایہ ادا کرنے والے مفسر پر لازم ہے کہ وہ یہ حقیقت معلوم کرے کہ قرآن پاک نے تمام انسانوں کو کس طرح ہدایت دی ہے، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں تمام انسان خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی، کس حال میں تھے؟ کیونکہ قرآن پاک کا اعلان ہے کہ سب لوگ گمراہی اور بدبختی میں مبتلا تھے اور نبی اکرم ﷺ ان سب کی ہدایت و سعادت کے لیے مبعوث ہوئے، اگر مفسر اس دور کے انسانوں کے حالات (عقائد و معمولات) سے کماحقہ، آگاہ نہیں ہوگا تو قرآن حمید نے ان کی جن عادتوں کو قبیح قرار دیا ہے انہیں مکمل طور پر کیسے جان سکے گا؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص احوال جاہلیت سے جس قدر زیادہ جاہل ہے اس کے بارے میں انتہائی زیادہ خوف ہے کہ وہ اسلام کی رسی کو تار تار کر دے، مطلب یہ ہے کہ جو شخص اسلام کی آغوش میں پیدا ہوا، پلا بڑھا اور اسے پہلے لوگوں کے حالات معلوم نہیں ہیں تو اسے پتا نہیں چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت و عنایت نے کس طرح انقلاب برپا کیا اور کس طرح انسانوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کے [illegible] راستے پر کھڑا کر دیا؟

۵۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا وسیع مطالعہ ہونا چاہیے، نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرتوں سے بخوبی [illegible] چاہیے اور پتہ ہونا چاہیے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم علم و عمل کے کس مرتبے پر فائز تھے اور دنیاوی و اخروی معاملات کس طرح انجام دیتے تھے؟ [۳]

ترجمہ ...... عربی لغت کی روشنی میں:

عربی زبان میں لفظ "ترجمہ" چار معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے:

۱۔ کلام کا اس شخص تک پہنچانا جس تک کلام نہیں پہنچا۔

ایک شاعر نے لفظ ترجمہ اسی معنی میں استعمال کیا ہے:

إنَّ الثَّمَانِيْنَ .... وَ بَلَغْتَهَا

قَدْ أَحْوَجَتْ سَمْعِي إِلَىٰ تَرْجُمَانٖ

"بے شک میں اسی سال کی عمر کو پہنچ چکا ہوں اس عمر نے مجھے ترجمان کا محتاج بنا دیا ہے" (یعنی مجھے مخاطب کی بات سنائی نہیں دیتی، اس لیے میں ایسے شخص کا محتاج ہوں جو خاص طور پر مجھے وہ بات سمجھائے)

۲۔ کلام جس زبان میں ہے اسی زبان میں اس کی تفسیر کرنا۔

اسی معنی کے اعتبار سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو "ترجمان القرآن" کہا جاتا ہے۔

۳۔ کسی دوسری زبان میں کلام کی تفسیر کرنا۔

لسان العرب اور قاموس میں ہے کہ ترجمان: کلام کے مفسر کو کہتے ہیں، شارح قاموس نے جوہری کے حوالے سے بیان کیا کہ تَرْجَمَهٗ و تَرْجَمَ عَنْهُ کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے کلام کا مطلب دوسری زبان میں بیان کرے۔

البتہ تفسیر ابن کثیر اور تفسیر بغوی سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ترجمہ، عربی زبان میں مطلقاً بیان کرنے کو کہتے ہیں خواہ اسی زبان میں ہو جس میں اصل کلام ہے یا دوسری زبان میں۔

۴۔ کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان کی طرف نقل کرنا۔

لسان العرب میں ترجمان پہلے حرف پر پیش یا زبر، وہ شخص ہے جو کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان کی طرف نقل کرے

قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمان کا تلفظ تین طرح کیا جا سکتا ہے۔

☆ تاء اور جیم دونوں پر پیش (تُرجُمان)

☆ دونوں پر زبر (تَرجَمان)

☆ تاء پر زبر اور جیم پر پیش (تَرجُمان)

چونکہ ان چاروں معنوں میں بیان پایا جاتا ہے، اس لیے وسعت دیتے ہوئے ان چار معانی کے علاوہ ہر اس چیز پر ترجمہ کا اطلاق کر دیا جاتا ہے جس میں بیان ہو، مثلاً کہا جاتا ہے۔

ہیں، کائناتی اور اجتماعی مسائل زیر بحث لائے جاتے ہیں، اسباب نزول اور ناسخ و منسوخ کا ذکر کیا جاتا ہے جبکہ ترجمہ میں ان مباحث و مسائل کی گنجائش نہیں ہوتی۔

۳۔ عرفی ترجمہ میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اصل کلام کے تمام معانی اور مقاصد بیان کر دیے گئے ہیں (یہ علامہ محمد عبدالعظیم زرقانی کی ذاتی رائے ہے) لیکن تفسیر میں صرف وضاحت مقصود ہوتی ہے۔

...... خواہ اجمالاً ہو یا تفصیلاً،

...... تمام معانی اور مقاصد پر مشتمل ہو یا بعض پر،

اس کا دارومدار ان حالات پر ہے جن میں مفسر گزر رہا ہے اور ان لوگوں کی ذہنی سطح پر ہے جن کے لیے تفسیر لکھی گئی ہے۔

٤۔ عرف عام کے مطابق ترجمہ میں اس اطمینان کا دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مترجم کے نقل کردہ تمام معانی اور مقاصد، اصل کلام کے مدلول ہیں اور قائل کی مراد ہیں۔ تفسیر میں یہ دعویٰ نہیں کیا جاتا، بعض اوقات مفسر دلائل کے پیش نظر اطمینان اور وثوق کا دعویٰ کرتا ہے اور جب اسے قوی دلائل میسر نہیں ہوتے تو وہ اطمینان کا دعویٰ نہیں کرتا، کبھی وہ بعض احتمالات کا ذکر کرتا ہے، کبھی چند احتمالات ذکر کر دیتا ہے جن میں سے بعض کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، بعض اوقات وہ تصریح یا ترجیح سے گریز کرتا ہے اور کبھی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ کسی کلمے یا جملے کے بارے میں کہہ دیتا ہے کہ اس کا قائل ہی بہتر جانتا ہے کہ اس سے مراد کیا ہے؟ جیسے کہ بہت سے مفسرین حروف مقطعات اور قرآنی متشابہات کے بارے میں کہہ دیتے ہیں۔ [٦]

اس جگہ اس موقف کا اعادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے والے علما کا یہ موقف ہرگز نہیں ہوتا کہ ہم قرآن پاک کے تمام معانی اور مطالب کو دوسری زبان میں منتقل کر رہے ہیں، کیونکہ ایسا ترجمہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے اور انسانی طاقت سے باہر ہے۔

وہ چند امور جن کے بغیر ترجمہ نہیں کیا جاسکتا:

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مفسر کے لیے کن علوم میں دسترس ضروری ہے؟ قرآن حمید کے ترجمہ کے لیے بھی ان علوم میں مہارت لازمی ہے، ان کے علاوہ مترجم کے لیے جو امور ضروری ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ مترجم کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس زبان میں ترجمہ کر رہا ہے اس زبان اور عربی لغت کے معانی وضعیہ سے آگاہ ہو، اسے معلوم ہو کہ کونسا لفظ کس معنی کے لیے وضع کیا گیا ہے؟

۲۔ اسے دونوں زبانوں کے اسالیب اور خصوصیات کا بھی پتا ہو۔

۳۔ کسی آیت کے متعدد مطالب ہوں تو ان میں سے راجح مطلب کو اختیار کرے۔

٤۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کو پیش نظر رکھے اور ترجمہ میں کوئی ایسا لفظ نہ لائے جو بارگاہ الٰہی کے شایان شان نہ ہوں، مثلاً اس آیت کا ترجمہ کیا جاتا ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۔ (النساء/۱۴۲)

''البتہ منافق دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا''

اللہ تعالیٰ کی طرح دغا کی نسبت کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے، اس لیے اس آیت کا ترجمہ یہ ہے:

''بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا'' (کنز الایمان)

منافقین اللہ تعالیٰ کو دغا نہیں دے سکتے کیونکہ وہ تو عالم الغیب والشہادۃ ہے، وہ ہر ظاہر اور مخفی امر کو جانتا ہے، اسے کون دھوکہ دے سکتا ہے؟ ہاں منافقین دھوکہ دینے کی اپنی سی کوشش کرتے ہیں، اگر چہ انہیں اس میں کامیابی نہیں ہو سکتی، وَهُوَ خَادِعُهُمْ کا کتنا عمدہ اور صحیح ترجمہ ہے؟ کہ:

''وہی انہیں غافل کر کے مارے گا''

یہ معنی نہیں کہ ''وہی ان کو دغا دے گا''۔

۵۔ مقام انبیا علیہم السلام کی عظمت اور تقدس کو ملحوظ رکھا جائے، ارشاد ربانی ہے:

حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا (یوسف ۱۲/۱۱۰)

اس آیت کا ترجمہ بعض لوگوں نے یہ کیا:

''یہاں تک کہ جب نا امید ہو گئے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا''

اس ترجمہ میں دو باتیں قابل غور ہیں:

۱۔ رسولان گرامی کی طرف مایوسی کی نسبت کی گئی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (یوسف ۱۲/۸۷)

''بے شک اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ''

۲۔ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی نسبت کہا گیا:

اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا''

معاذ اللہ! انبیا کرام علیہم السلام معصوم ہیں ان کے گوشۂ خیال میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کہا گیا تھا وہ جھوٹ تھا۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا سے پوچھا وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا (الآیۃ)

''کیا رسولوں نے یہ گمان کیا کہ انھیں جھوٹ کہا گیا تھا''؟

انہوں نے فرمایا:

مَعَاذَ اللّٰهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا، وَظَنَّتِ الرُّسُلُ اَنَّ اَتْبَاعَهُمْ قَدْ كَذَّبُوْهُمْ [۸]

''اللہ کی پناہ! رسولانِ گرامی اپنے رب کے بارے میں یہ گمان کر سکتے تھے، رسولوں نے گمان کیا کہ اُن کے پیروکاروں نے انہیں جھٹلا دیا ہے''۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قراءت قَدْ كُذِّبُوْا ہے ذال مشدد مکسور کے ساتھ۔ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ رسولوں نے گمان کیا کہ انہیں ان کی قوم کی طرف سے جھٹلا دیا گیا ہے، دوسری قرأت میں قَدْ كُذِبُوْا ہے اب اگر ظَنُّوْا کی ضمیر رسولوں کی طرف راجع کریں تو معنی یہ ہوگا کہ رسولوں نے گمان کیا کہ انہیں جھوٹ کہا گیا، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ رسولوں کے خیال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جو کچھ کہا گیا تھا وہ جھوٹ تھا، اسی مطلب کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

''معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کے رسول اپنے رب کی نسبت یہ گمان نہیں کر سکتے''

ام المؤمنین کا انکار اسی صورت سے متعلق ہے جب کہ ظَنُّوْا کی ضمیر رسولوں کی طرف راجع کی جائے، ورنہ امام حفص کی قرأت میں قَدْ كُذِبُوْا ذال کی تخفیف کے ساتھ ہے، اس قرأت کے مطابق ظَنُّوْا کی ضمیر رسولوں کی طرف نہیں بلکہ ان کی قوم کے افراد کی طرف راجع ہے، اب ترجمہ یہ ہوگا کہ لوگوں نے گمان کیا کہ انہیں (رسولوں کی طرف سے) جھوٹ کہا گیا تھا۔ اور اس ترجمہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اہل علم اسے پڑھ کر داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے، ملاحظہ ہو۔

''یہاں تک جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا'' (کنز الایمان)

یعنی رسولوں کی مایوسی ظاہری اسباب سے نہ تھی نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے، اور لوگوں نے گمان کیا کہ انہیں عذاب وغیرہ کے بارے میں جھوٹ کہا گیا تھا، انبیا کرام علیہم السلام کا دامنِ عصمت اس خیال سے ہرگز داغ دار نہ تھا۔

٦۔ اسلام کے قطعی اور یقینی عقائد کو ملحوظ رکھا جائے اور انہیں ذرا سی ٹھیس بھی نہ لگنے دی جائے۔ ارشادِ ربانی ہے: فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (الانبیا ۲۱/ ۸۷)

اس کا ترجمہ یہ کیا گیا: ''پھر سمجھا نہ پکڑ سکیں گے اس کو''

اس آیت میں سیدنا یونس علیہ السلام کا ذکر ہے، ترجمہ میں ان کی طرف اس امر کی نسبت کی گئی ہے کہ انہوں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں نہ پکڑ سکے گا، اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے، اس کی نسبت حضرت یونس علیہ السلام کی طرف کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے، مغالطہ اس لیے پیدا ہوا کہ قَدَرَ يَقْدِرُ کا استعمال دو معنوں میں ہوتا ہے۔

..... قادر ہونا

..... تنگی کرنا

مترجم نے سمجھا کہ اس جگہ پہلا معنی مراد ہے جو قطعاً غلط ہے اس موقع اور عصمتِ انبیا کے مطابق صرف دوسرا معنی ہے۔

علامہ محمد بن مکرم افریقی فرماتے ہیں:

جس شخص نے اس آیت میں قدر کو قدرت سے ماخوذ مان کر کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یوں گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہ پکڑ سکے گا، تو یہ ناجائز ہے اور اس معنی کا گمان کرنا کفر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ظن کرنا شک ہے اور اس کی قدرت میں شک کرنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کو اس قسم کے گمان سے محفوظ اور معصوم رکھا ہے، ایسی تاویل وہی کرے گا جو عرب کے کلام اور اُن کی لغات سے جاہل ہوگا۔ [۸]

اس تفصیل کے بعد امام احمد رضا بریلوی کا ترجمہ دیکھیے ایمان تازہ ہو جائے گا:

''تو گمان کیا (یونس علیہ السلام نے) کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔''

ایک دوسری آیت کریمہ دیکھیے!

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا (ابراہیم ۱۴/۱۳)

اس کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے:

''ان کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے یا یہ کہ تم ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ''۔

''لوٹ آؤ'' کا واضح مطلب یہ ہے کہ حضراتِ رسولانِ گرامی علیہم السلام معاذ اللہ! پہلے کافروں کے مذہب میں شامل تھے، حالانکہ انبیا کرام علیہم السلام کبھی بھی کافروں کے مذہب

میں شامل نہیں ہوتے۔ اس جگہ مغالطے کی وجہ یہ ہے کہ عَادَ یَعُودُ کا استعمال دو طرح ہوتا ہے:

☆ فعل تام، اس وقت اس کا معنی لوٹنا ہوگا۔

☆ فعل ناقص، اس وقت یہ صَارَ کے معنی میں ہوگا اور ہو جانے کے معنی پر دلالت کرے گا۔

ترجمہ کرنے والے کے سامنے نحو کے مسائل وقواعد مستحضر ہوں تو وہ غور کرے گا کہ اس جگہ پہلا معنی مناسب ہے یا دوسرا؟ ظاہر ہے کہ مذکورہ ترجمہ میں پہلا معنی مراد لینے کے بنا پر غلطی ہوئی ہے، جب کہ اس جگہ دوسرا معنی مراد اور موزوں ہے، اسی لیے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

''اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم ضرور تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین پر آجاؤ'' (کنز الایمان)

۷۔ قرآن پاک عربی زبان کا وہ شاہکار ہے جو مرتبۂ اعجاز پر فائز ہے، کسی بھی مترجم کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اس کا ترجمہ معجزانہ کلام سے کرے، تاہم علم معانی اور بیان کے مسائل ومباحث سے باخبر ایسا ترجمہ تو کر ہی سکتا ہے، جس سے اعجاز قرآنی کی جھلک دکھائی دے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ (البقرہ ۲/۲)

عام طور پر اس آیت کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا جاتا ہے کہ:

''یہ کتاب اس میں کوئی شک نہیں ہے''

اس ترجمے پر دو سوال وارد ہوتے ہیں:

☆ ذٰلِکَ کی وضع بعید کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہے، اس لیے ترجمہ کرتے ہوئے ''وہ کتاب'' کہنا چاہیے تھا نہ کہ ''یہ کتاب''

☆ ''اس میں کوئی شک نہیں'' واقع کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن کریم میں بہت سے لوگوں نے شک کیا اور آج بھی ایسے لوگوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ دیکھیے جو اعجاز قرآن کو واضح طور پر آشکارا کرتا ہے:

''وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں'' (کنز الایمان)

اس ترجمہ پر پہلا سوال تو ظاہر ہے کہ وارد ہی نہیں ہوتا، دوسرے سوال کا جواب بھی دے دیا کہ اگرچہ قرآن پاک کے بارے میں بہت سے لوگوں نے شک کیا ہے لیکن وہ کوئی شک کی جگہ نہیں ہے، کوئی بھی منصف عاقل، عربی زبان کے اسلوب اور نزاکتوں سے واقف اس کا مطالعہ کرے تو اسے ماننا پڑے گا کہ یہ ربانی کلام ہے کسی انسان کے فکر کا نتیجہ نہیں ہے۔

۸۔ جس زبان میں ترجمہ کیا جائے اس کے اسلوب اور مزاج کو پیش نظر رکھا جائے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَہَا (التحریم ۶۶/۱۲)

اس کا ترجمہ یوں کیا گیا! ''اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو''

یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ اس ترجمہ میں اردو زبان کی شائستگی اور مزاج کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، اس کی بجائے یہ ترجمہ کتنا دلکش ہے۔

''اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی''

۹۔ قرآن پاک میں بیان کردہ کسی بھی واقعے کی واقعی تفصیلات سے آگاہی ضروری ہے ورنہ ترجمہ کرتے وقت کہیں بھی غلطی واقع ہو سکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَقَالَ اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ ج حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ○ رُدُّوْہَا عَلَیَّ ط فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ○ (ص ۳۸/۳۲تا۳۳)

عام طور پر مترجمین نے تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ کا ترجمہ یہ کیا ہے:

''سورج چھپ گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نماز عصر قضا ہو گئی، انہوں نے گھوڑوں کو طلب کیا اور ان کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹ دیں۔''

اس ترجمے پر دو سوال وارد ہوتے ہیں:

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کو ملاحظہ فرما رہے تھے کہ نماز قضا ہو گئی، اس میں گھوڑوں کا کیا قصور تھا؟ کہ انہیں ہلاک کر دیا گیا۔

☆ گھوڑوں کی گردنیں اور ٹانگیں کاٹ کر مال کے ضائع کرنے کا کیا جواز تھا؟ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ تمام گھوڑے خیرات کر دیتے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

عن ذکر ربی من ذکر طَفِقَ مَسْحًا یَمْسَحُ اَعْرَافَ الْخَیْلِ وَ عَرَاقِیْبَہَا [9]

یعنی عن بمعنی من ہے، اور طَفِقَ مَسْحًا کا معنی یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کی ایال (گردن کے بالوں) اور ان کے ٹخنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

اس اقتباس سے واضح ہو گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کو ہلاک نہیں کیا تھا، اب یہ تفصیلات ہی نظروں سے اوجھل ہوں تو ترجمہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ آئیے صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

''تو سلیمان نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب

کی یاد کے لیے پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہ سے پردے میں چھپ گئے۔ پھر حکم دیا انہیں میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا" (کنز الایمان)

غرض یہ کہ قرآن پاک ایسی عظیم الشان اور لافانی کتاب کا ترجمہ کرنا ہر کس و ناکس اور ہر عالم کا کام نہیں ہے، مترجم کے لیے جو امور ضروری ہیں ان کا مختصر تذکرہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن پاک کے پڑھنے، اسے سمجھنے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بحرمة سيد المرسلين ﷺ والحمدلله رب العالمين.

﴿حوالہ جات﴾

[۱] محمد عبدالعظیم زرقانی، علامہ: مناہل العرفان (داراحیاء الکتب العربیۃ، مصر) ج ۱، ص ۷

[۲] محمد عبدالعظیم زرقانی، علامہ: مناہل العرفان، ج ۱ص ۷۱-۴۷

[۳] محمد عبدالعظیم زرقانی، علامہ: مناہل العرفان (ملخصاً) ج ۱ص ۵۲۲-۵۱۹

[۴] محمد عبدالعظیم زرقانی، علامہ: مناہل العرفان (ملخصاً) ج ۲/ص ۶-۵

[۵] محمد عبدالعظیم زرقانی، علامہ: مناہل العرفان، ج ۲، ص ۷

[۶] محمد عبدالعظیم زرقانی، علامہ: مناہل العرفان ۲/۱۲-۱۰

[۷] محمد بن اسماعیل بخاری، امام: بخاری شریف (مطبع رشیدیہ، ہند) ج ۲/ص ۶۸۰

[۸] محمد بن مکرم افریقی، علامہ امام: لسان العرب (دار صادر، بیروت) ج ۵ص ۷۷

[۹] محمد بن اسماعیل بخاری، امام: صحیح بخاری، ج ۲/ص ۱۰۷

قرآن پاک کے سب سے پہلے حافظ خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اس وقت بھی آپ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ خاتم النبیین سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے وصال مبارک کے وقت ۲۲ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قرآن پاک کے مکمل حافظ تھے۔

فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں

ترجمہ قرآن کی شرائط

—■ اشرف جہانگیر

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت عاشق ماہ رسالت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علوم و فنون کے بحرِ ذخار تھے۔ آپ نے ہر علم اور فن پر کتب و رسائل تحریر فرمائے جن کو پڑھ کر عقل چکرانے لگتی ہے کہ اس مشکل اور تنگ موضوع پر آپ علیہ الرحمۃ نے اتنا کیسے لکھ لیا۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی ذہن میں دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہم بھی ایسا لکھنا چاہیں تو کیسے لکھیں۔ تو یہ بھی حیرت افزا بات ہے کہ اس دوسرے سوال کا جواب بھی ہمیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی کتب سے مل جاتا ہے۔ یہ بات اعلیٰ حضرت پر کام کرنے والوں پر بخوبی عیاں ہے۔ اور راقم کے نزدیک یہ بات اعلیٰ حضرت کی کرامات سے ہے کہ سوال بھی خود دیتے ہیں اور اس کا جواب بھی خود، شوق بھی خود دلاتے ہیں اور منزل شوق پر بھی خود پہنچاتے ہیں۔ ہم زیادہ دور نہیں جاتے صرف آپ علیہ الرحمۃ کے ترجمۂ قرآن کنز الایمان ہی کو لے لیتے ہیں، اُس میں آپ علیہ الرحمۃ اپنے ان علوم و فنون جو بارگاہ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کو عطا ہوئے بروئے کار لائے ہیں، مگر جن کے پاس وہ علوم مصطفوی نہیں ہیں اور ترجمۂ قرآن کرنے کا شوق رکھتے ہیں اُن کے لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے یہ چند فتاویٰ پیش ہیں:

ترجمہ کرتے وقت شاہ عبد القادر کا ترجمہ پیش نظر رہے مگر:

یہ بات سب پر آشکارا ہے کہ امام اہلسنت نے جب ترجمۂ قرآن کنز الایمان املا فرمایا اُس وقت تک اردو اور فارسی کے کچھ تراجم قرآن بازار میں آچکے تھے، اور وہ سب تراجم امام اہلسنت کے پیش نظر تھے۔ مشہور تراجم میں شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی، اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے بزبانِ فارسی اور ڈپٹی نذیر احمد، شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبد القادر صاحب کے بزبانِ اُردو شامل تھے۔ مگر آپ علیہ الرحمۃ نے ان تمام تراجم میں سے شیخ سعدی کا ترجمہ پسند فرمایا۔ اور تراجم میں اگر کسی ترجمے کو آپ علیہ الرحمۃ نے [illegible] تو وہ شاہ عبد القادر کا ترجمۂ قرآن موضح القرآن ہے۔ آپ کے فتاویٰ اور چند رسائل مثلاً الکوکبۃ

زمانہ کا کیا کوئی شکوہ کرے
زمانہ جو پیچھے کسی کے پڑے
کرے خوار اس طرح اس کے تئیں
اوکھاڑے جڑ اوس کے زمیں سے وہیں
یہاں تک کرے خوار اوس کے تئیں
کہ دردر پھرے وہ بروئے زمیں

ایسی اور بہت سی مثنویاں ہیں جن کی زبان وقت کے ساتھ صاف اور آسان ہوتی گئیں، یہ تو چند پرانی اردو مثنویوں کی زبان تھی اردو نثر کی اولین کتابوں میں ہم صرف دو کی زبان دیکھتے ہیں:

میر انشاء اللہ خان انشا، اپنی کتاب "کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی" میں لکھتے ہیں،

"کسی دیس میں کسی راجہ کے گھر ایک بیٹا تھا، اوسے اوس کے ماباپ اور سب گھر کے لوگ کنور اودے بھان کر کے پکارتے تھے، سچ مچ اوس کے جوبن کی جوت میں سورج کی ایک سوت آملی تھی، اوس کا اچھا پن اور بھلا لگنا کچھ ایسا نہ تھا، جو کسی کے لکھنے اور کہنے میں آسکے، پندرہ برس بھر کے اونے سولھوے میں پاوں رکھا تھا، کچھ یوں ہی سی اوس کی مسیں بھیگتی چلی تھیں، اکڑ تکڑ اوس میں بہت سی سما رہی تھی کسی کو کچھ نہ سمجھتا تھا، پر کسی بات کی سوچ کا گھر گھاٹ پایا نہ تھا اور چاہ کی ندی کا پاٹ اونے دیکھا نہ تھا۔"

یہ خالص اردو زبان کا نمونہ ہے، اس کہانی کے متعلق دعوی ہے کہ اس میں کہیں عربی فارسی اور ترکی الفاظ استعمال میں نہیں لائے گئے مگر یہ خالص اردو چل نہ سکی اور اس میں وقت کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی، ترکی اور دیگر زبانوں نے جگہ پائی اور اسے چار چاند لگا دیے۔"

ڈاکٹر سید عبداللہ نے، شاہ عالم ثانی کی کتاب عجائب القصص کے مقدمہ میں عجائب القصص کی اہمیت کی تین وجہیں لکھیں ہیں۔ تیسری وجہ میں لکھتے ہیں:

"کہ یہ شمالی ہندوستان میں اردو نثر کی چند اولین کتابوں میں سے ایک ہے، شمالی ہندوستان کی قدیم اردو نثری کتابوں کی ترتیب قائم کی جائے تو کم وبیش یوں ہوگی۔

[۱] فضلی کی دہ مجلس (کربل کتھا) (۳۲-۱۷۳۱ء ۱۱۴۵ھ)

[۲] نوطرز مرصع ۱۷۸۱ء (۱۱۹۵ھ) سے پہلے۔

[۳] سودا (متوفی ۱۱۹۵ھ) دیباچہ دیوان مراثی اردو۔ (سودا نے میر تقی میر کی مثنوی کا اردو نثر میں ترجمہ کیا تھا مگر اب وہ دست یاب نہیں) ۱۷۸۱ء۔

(۴) ترجمہ قرآن مجید از شاہ رفیع الدین صاحب (۱۲۰۰ھ ۱۷۸۶ء)۔

(۵) ترجمہ قرآن مجید از شاہ عبدالقادر ۱۲۰۵ھ (۹۱_۱۷۹۰ء)

(۶) عجائب القصص ۱۲۰۷ھ (۹۳_۱۷۹۲ء)

ان کے علاوہ اردو نثر پر اور بہت سی کتابیں ہیں۔ اور نثری قصوں کی اگر فہرست تیار کی جائے تو وہ الگ ہے:

جیسا کہ راقم نے عرض کیا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زبان میں بھی فرق پڑتا رہتا ہے۔ تو ہر عہد میں آنے والا عہد اور اس کے علما، ادبا و شعرا اپنے سے پہلے کی زبان کو آسان اور عام فہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شاہ عالم ثانی، عجائب القصص کے سبب تصنیف وتالیف میں لکھواتے ہیں کہ

"اور اکثر بزرگ حق شناس اور بادشاہ قدسی اساس مشغول اور مصروف اس طرف رہے ہیں۔ ہر چند ہر ایک علم اپنا اپنا رکھتا ہے، لیکن نشہ شعر کا بھی خالی کیفیت سے نہیں، اور جب سب علموں سے ماہر ہو، تب اس علم سے واقف ہو۔ اب چند دیوان بہ زبان فارسی اور بہ زبان ریختہ ارشاد حضور والا مرتب ہوئے اور کبت دوھرے حد سے گزرے، یکا یک یہ مزاج اقدس ارفع اعلیٰ میں آیا کہ قصہ زبان ہندی میں بہ عبارت نثر کہیے اور کوئی لفظ اس میں غیر مانوس، اور خلاف روزمرہ اور بے محاورہ نہ ہو اور عام فہم اور خاص پسند ہووے کہ جس کے استماع سے فرحت تازہ اور مسرت بے اندازہ مستمع کو حاصل ہو۔ اور آداب سلطنت اور طریق عرض ومعروض دریافت ہوں اور اگر جاہل پڑھے تو اس کے فیض سے عالموں سے بہتر گفتگو اور بول چال بہم پہنچائے۔"

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے بھی یہی فرمایا:

"وہ الفاظ کہ متروک یا نامانوس ہوگئے، فصیح وسلیس رائج الفاظ سے بدل دیے جائیں۔"

تو یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے متروک ونامانوس الفاظ استعمال کیے ہیں تو یہ اعتراض بے جا ہے۔ بلکہ کسی بھی اردو لغت میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے استعمال کیے ہوئے الفاظ کو متروک نہیں لکھا گیا۔ مثلاً "لونے، اوسر، کونتک، تیگ، ریتی، بچھیت، بھوڑ، گراہ، ٹھینٹ، سادھا، کونچا، پور، اوترا، پاڑ، پھک، کیزا، اکابھ، گابھی، کنڈے، چتی پڑی، دوب، چونتا، پھنک وغیرہ۔

بلکہ ہمارے عہد کے بہت سے بوڑھے ہنوز یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ تو زبان کو وقت کے لحاظ سے آسان فہم کرنا اچھی بات ہے۔ اور یہی اعلیٰ حضرت نے شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ کے متعلق فرمائی، اور ایسے الفاظ کنزالایمان میں زیادہ نہیں صرف تیس ۳۰ کے لگ بھگ ہوں گے۔ اور اتنے لفظوں پر یہ کہہ دینا کہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے نامانوس و متروک الفاظ سے اپنے ترجمۂ قرآن کو بھر دیا ہے۔ کس قدر ستم ظریفی ہے۔ اور وہ بھی کہ ماہرینِ لغت کے نزدیک متروک نہیں۔

مگر اس بحث میں ایک نقطہ ہے جو نظروں سے اوجھل نہیں ہونا چاہیے وہ یہ کہ متروک و نامانوس الفاظ کو فصیح و سلیس رائج الفاظ سے بدلتے وقت اُس کے معنی و مفہوم کا ضرور خیال رہے یہ نہ ہو کہ نعم البدل کے طور پر جو لفظ رکھا گیا ہے وہ کچھ اور ہی معنی و مفہوم دے رہا ہو۔ تو اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ قرآن میں یہی ایک نقطہ مضمر ہے جس کا خیال نہیں کیا جاتا۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں جتنے بھی الفاظ متروک و نامانوس محسوس ہوتے ہیں۔ وہ اردو میں اپنا نعم البدل نہیں رکھتے، جن کا پتا اردو لغات کی ورق گردانی سے لگ سکتا ہے، یہ تو تھا ترجمہ کرنے کا مسئلہ جو اعلیٰ حضرت نے حل فرما دیا۔ اب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ترجمہ کہاں لکھا جائے:

بین السطور میں صرف ترجمہ ہو:

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳ ص ۶۷۸ میں مستفتی نے سوال کیا کہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کا ترجمہ اس طرح پر کرنا کہ نیچے ترجمہ میں محذوفات اور مطالب وغیرہ خطوطِ ہلالی بنا کر لکھ دیے جائیں جائز ہے یا ناجائز؟

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اس سوال کا جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ

''الحمد للہ قرآن عظیم بحفظ الٰہی عزوجل ابد الآباد تک محفوظ ہے تحریفِ محرفین و انتحالِ منتحلین کو اس کے سراپردۂ عزت کے گرد بار ممکن نہیں۔

لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ۔

حمد اس کے وجہِ کریم کو جس نے قرآن اتارا اور اس کا حفظ اپنے ذمۂ قدرت پر رکھا

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○

توریت و انجیل کچھ تو ملعون احباروں نے اپنے اغراضِ ملعونہ سے روپے لے کر اپنے مذہب ناپاک کے تعصب سے قصداً ابدلیں اور کچھ ایسے ہی ترجمہ کرنے والوں نے اس خلط و خبط کی بنیادیں ڈالیں مرورِ زماں کے بعد وہ اصل و زیادت مل ملا کر سب ایک ہو گئیں، کلامِ الٰہی و کلامِ بشر مختلط ہو کر تمیز نہ رہی۔ الحمد للہ نفسِ قرآن میں اگرچہ یہ امر محال ہے تمام جہان اگر اکٹھا ہو کر اُس کا ایک نقطہ کم بیش کرنا

چاہے ہرگز قدرت نہ پائے مگر ترجمہ سے مقصود اُن عوام کو معانیِ قرآن سمجھانا ہے جو فہمِ عربی سے عاجز ہیں خطوطِ ہلالی منقول در منقول خصوصاً مطابع مطابع میں ضرور مخلوط و نامضبوط ہو کر نتیجہ یہ ہوگا کہ دیکھنے والے عوام اصل ارشادِ قرآن کو اس مترجم کی زیادت سمجھیں گے اور مترجم کی زیادات کو ربّ العزۃ کا ارشاد، یہ باعثِ ضلال ہوگا اور جو امر منجر بہ ضلال ہو اس کی اجازت نہیں ہو سکتی اسی لیے علما مترجمین نے ترجمے کا یہی دستور رکھا کہ بین السطور میں صرف ترجمہ اور جو فائدہ زائدہ ایضاحِ مطلب کے لیے ہو وہ حاشیہ پر لکھا انھیں کی چال چلنی چاہیے۔ وباللہ التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم۔''

تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے اس کلام سے پتا چلا کہ آیات کے نیچے صرف ترجمہ ہو اور اگر ترجمے کو زیادہ کھول کر سمجھانا ہو تو وہ سطریں اصل ترجمے کے ساتھ نہ ہوں اور نہ ہی جدا سے خطوطِ ہلالی کے بیچ میں کہ کبھی کبھی کاتب سے خطوطِ ہلالی چھوٹ بھی جاتے ہیں اور ساری عبارت مل کر ایک ہو جاتی ہے اور یوں کلامِ الٰہی نہ سمجھیں بلکہ مترجم کی طرف سے سمجھیں۔ مگر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ وہ مطالب جو خطوطِ ہلالی میں رکھتے ہوں وہ حاشیے پر لکھیں جائیں تاکہ کلامِ الٰہی کے ترجمے کے ساتھ وہ مل کر ایک نہ ہو جائیں۔ اب آخر میں چند وہ فتوے جو اعلیٰحضرت نے دیگر مترجمین قرآن کے متعلق دیے:

ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمۂ قرآن

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳ ص ۷۰۸ میں استفتا ہے کہ نذیر احمد بی، اے، ایل، ایم کا ترجمہ صحیح ہے یا غلط؟ اور لڑکوں کو مدرسہ میں اس کا ترجمہ پڑھانا جائز ہے یا ناجائز؟

اعلیٰ حضرت جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

''نذیر احمد کا نہ ترجمہ صحیح ہے نہ ایمان، وہ شخص منکرِ خدا تھا۔ جیسے اُس نے اور کتابیں [illegible] آمیز لکھیں جن سے مال کمانا مقصود تھا ویسے ہی یہ ترجمہ بھی کر دیا گیا اس سے بھی روپوں ہی کی غرض تھی، ورنہ جو شخص اللہ ہی کو نہ مانتا ہو وہ قرآن کے ترجمے کو کیا جانے گا۔ اس کا ترجمہ ہرگز نہ پڑھا جائے۔''

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ علیہ نے ڈپٹی نذیر احمد کے متعلق جو کہا وہ سب سچ ہے۔ یہ نہیں کہ آپ علیہ الرحمہ نے کسی سنائی بات پر فتویٰ دے دیا: ڈپٹی نذیر احمد کا خاکہ لکھا ہے اور وہ خاکہ اردو خاکہ نگاری میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ مرزا فرحت اللہ بیگ اردو کے مشہور و معروف صاحب طرز ادیب گزرے ہیں ان کے لکھے ہوئے خاکے اور مضامین کی اُردو ادب میں بڑی اہمیت ہے اپنے خاکہ ''نذیر احمد کی کہانی کچھ میری کچھ ان کی زبانی'' میں اُن کے ترجمۂ قرآن کے متعلق لکھتے ہیں:

''مولوی صاحب کو اپنے ترجمے پر ناز تھا اور اکثر اس کا ذکر فخریہ لہجے میں کیا کرتے تھے۔ اردو ادب میں اُن کی جن تصنیفات نے دھوم مچادی ہے وہ ان کے نزدیک بہت معمولی چیزیں تھیں، وہ کہا کرتے تھے کہ میری تمام عمر کا اصلی سرمایہ قرآن مجید کا ترجمہ ہے اس میں مجھے جتنی محنت اٹھانی پڑی ہے اس کا اندازہ کچھ میں ہی کر سکتا ہوں۔ ایک ایک لفظ کے ترجمے میں سارا سارا دن صرف ہو گیا ہے، میاں سچ کہنا! کیسا محاورے کی جگہ محاورہ بٹھایا ہے" ہم نے کہا۔ ''مولوی صاحب! بٹھایا نہیں ٹھونسا ہے جہاں یہ فقرہ کہا اور مولوی صاحب اچھل پڑے، بڑے خفا ہوتے اور کہتے۔

''کل کے لونڈو! میرے محاوروں کو غلط بتاتے ہو، میاں! میری اردو کا سکہ تمام ہندوستان پر بیٹھا ہوا ہے خود لکھو گے تو چیں بول جاؤ گے! محاوروں کی بھرمار کے متعلق اکثر مجھ سے ان کا جھگڑا ہوا کرتا تھا میں ہمیشہ کہا کرتا تھا، مولوی صاحب! آپ نے محاوروں کی کوئی فہرست تیار کر لی ہے اور کسی نہ کسی محاورے کو آپ کسی نہ کسی جگہ پھنسا دینا چاہتے ہیں خواہ اس کی گنجائش وہاں ہو یا نہ ہو۔''

تو نذیر احمد کے ترجمۂ قرآن کے متعلق مرزا فرحت اللہ بیگ کا مندرجہ بالا تبصرہ ہی بس ہے: اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا یہ لکھنا کہ ''اس نے اور کتابیں نصرانیت ونیچریت آمیز لکھیں جن سے مال کمانا مقصود تھا ویسے ہی یہ ترجمہ (ترجمۂ قرآن) بھی کر دیا گیا۔'' بالکل سچ ہے۔ مرزا فرحت اللہ بیگ لکھتے ہیں کہ مولوی نذیر احمد نے انہیں بتایا کہ:

''کوئی سات بجے ہوں گے کہ صاحب کا چپڑاسی آیا اور کہا کہ ''صاحب سلام بولتے ہیں، وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ صاحب بیٹھے مراۃ العروس پڑھ رہے ہیں۔ سلام کر کے کرسی پر بیٹھ گیا، صاحب نے کہا۔

''مولوی صاحب! آپ نے ایسی مفید اور دلچسپ کتابیں لکھیں اور طبع نہ کرائیں اگر کل آپ کا لڑکا مجھ کو نہ ملتا تو شاید کوئی بھی ان کتابوں کو نہ دیکھتا اور چند ہی روز میں یہ کتابیں بچوں کے ہاتھوں پھٹ پھٹا کر برابر ہو جاتیں اگر آپ اجازت دیں تو میں ''مراۃ العروس'' کو سرکار میں پیش کر دوں آج کل گورنمنٹ ایسی کتابوں کی تلاش میں ہے جو لڑکیوں کے نصاب تعلیم میں داخل ہو سکیں۔ میں نے کہا: ''آپ کو اختیار ہے۔'' یہ کہہ کر میں چلا آیا صاحب نے وہ کتاب گورنمنٹ میں پیش کر دی وہاں سے انعام ملا، یہاں شیر کے منہ کو خون لگ گیا اوپر تلے کئی کتابیں گھسیٹ ڈالیں جو کتاب لکھی، اس پر انعام ملا، جو لکھا پسند کیا گیا، غرض میں مصنف بن گیا اور ساتھ ہی ڈپٹی کلکٹر بھی۔''

اور سنیے مرزا فرحت اللہ بیگ لکھتے ہیں کہ مولوی نذیر احمد نے انہیں بتایا کہ

''میاں شرف نے۔ کہ وہ ایڈمبرا میں پڑھتے تھے، مجھے لکھا کہ اپنی (نذیر احمد کی) تمام تصنیفات وتالیفات کی نہایت عمدہ جلدیں بنوا کر بھجوا دیجیے سر ولیم میور دیکھنا چاہتے ہیں۔ سر ولیم میور

پنجاب اور ممالک مغربی وشمالی کے لیفٹیننٹ گورنر تھے، مجھ پر بھی بہت مہربان تھے۔ میں نے شرف کے لکھنے کو [illegible] کتابوں کی جلدیں بنوا کر ایڈمبرا روانہ کریں۔ ان کتابوں میں میرا قرآن مجید کا ترجمہ بھی تھا۔ [illegible] کیا گیا۔ سر ولیم میور نے یہ کتابیں ایڈمبرا یونیورسٹی میں پیش کر دیں اور ہمیں گھر بیٹھے ایک ایل ایل ڈی کی ڈگری مل گئی۔''

اور سنیے مرزا فرحت اللہ بیگ لکھتے ہیں:

''سود لینا وہ (ڈپٹی نذیر احمد) جائز سمجھتے تھے، اگر کوئی حجت کرتا تو مارے تاویلوں کے اس [illegible] ایک تو حافظ، دوسرے عالم، تیسرے لستان، بھلا ان سے کون ور آسکتا تھا اور تو اور [illegible] (مرزا فرحت اللہ بیگ سے) سود لینے کو تیار ہو گئے واقعہ یہ ہے کہ ہم پر متفرق قرضے تھے [illegible] جگہ سے قرض لے کر سب کو ادا کر دیا جائے، قرضہ کس سے لیا جائے یہ ذرا ٹیڑھا سوال [illegible] مولوی صاحب پر نظر جاتی تھی، آخر ایک دن جی کڑا کر کے میں نے مولوی صاحب سے [illegible] کہنے لگے، کتنا روپیہ چاہیے؟ میں نے کہا ''بارہ ہزار'' ''بولے ضمانت''؟ میں نے کہا [illegible] مکان پوچھا کتنی مالیت کا ہے'' میں نے کہا کوئی ساٹھ ستر ہزار روپے کا فرمایا کل [illegible] میں نے دل میں سوچا چلو چھٹی ہوئی، بڑی جلدی معاملہ نپٹ گیا، دوسرے دن قبالہ لے [illegible] ٹھیک ہے، مگر بیٹا سود کیا دو گے؟ میں نے کہا ''مولوی صاحب آپ اور سود؟ کہنے [illegible] اس میں کیا ہرج ہے؟ میں نہ دوں گا تو کسی ساہوکار سے لو گے، اس کو بخوشی سود دو گے۔

ارے میاں! مجھے یہ فائدہ پہنچاؤ گے تو دین ودنیا میں بھلا ہو گا، آخر میں تمہارا استاد ہوں یا نہیں [illegible] یا نہیں جاؤ شاباش بیٹا اپنے چچا سے جا کر تصفیہ کرا آؤ! کل چیک بنگال بینک کے نام [illegible] نے کہا مولوی صاحب! لوگ کیا کہیں گے مولوی ہو کر سود دیتے ہیں اور لیتے ہیں کس سے [illegible] کہنے لگے اس کی پروا نہ کرو جب مجھ پر کفر کا فتویٰ لگ چکا ہے تو اب مجھے ڈر ہی کیا [illegible] رعایت کرتا ہوں اوروں سے روپیہ سیکڑہ لیتا ہوں تم سے چودہ آنے لوں گا۔ میں نے [illegible] دوسری جگہ سے آٹھ آنے سیکڑے پر روپیہ مل گیا اس لیے یہ معاملہ یوں ہی رہ گیا۔''

تو ڈپٹی نذیر احمد کا یہ تھا دین وایمان اور یہ تھا کردار جو مختلف دیے گئے اقتباسات میں آپ نے [illegible] حضرت علیہ الرحمۃ کا فتویٰ کہ اس کا ترجمہ ہرگز نہ پڑھا جائے۔ بالکل درست ہے۔ کہ جو شخص اپنی [illegible] کسی چیز کی پروا نہیں کرتا اور حرام حلال کی تمیز نہیں رکھتا اس نے ترجمۂ قرآن میں کیا کچھ نہ کیا ہو گا۔

کہاں کا حلال اور کہاں کا حرام
جو صاحب کھلائے وہ چٹ کیجیے

ع بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

سرسید احمد خان کا ترجمۂ قرآن

سرسید احمد خان کے متعلق بھی سن لیجیے کہ اُس نے بھی قرآن کا ترجمہ کیا ہے:

ملفوظات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ص ۲۹۳ میں ہے: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: بعض علیگڑھی کو سید صاحب کہتے ہیں:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا:

وہ تو ایک خبیث مرتد تھا۔ حدیث میں ارشاد فرمایا:

لا تقولوا للمنافق سیدا فانه ان یکن سید کم فقد اسخطتم ربکم.

"منافق کو سید نہ کہو کہ اگر وہ تمہارا سید ہوا تو یقیناً تم نے اپنے رب کو غضب دلایا۔"

سرسید کے ایمان کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ مسلمان کا جن چیزوں پر ایمان لانا فرض ہے وہ ان میں سے کئی ایک کا انکاری تھا اس کے ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود استحکام انگریز کی حکومت کے نیچے سمجھتا تھا۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق اپنی کتاب چند ہم عصر، صفحہ ۲۳۱ میں لکھتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ وہ انگریزی حکومت کو ہندوستان اور خاص کر مسلمانوں کے حق میں موجب برکت سمجھتے تھے، چنانچہ انھوں نے اس خیال کا اظہار صاف صاف ان الفاظ میں کیا ہے۔" "میں ہندوستان میں انگلش گورنمنٹ کا استحکام کچھ انگریزوں کی محبت اور ان کی ہوا خواہی کی نظر سے نہیں چاہتا بلکہ صرف اس لیے چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی خیر اس کے استحکام میں سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اگر وہ اپنی حالت سے نکل سکتے ہیں تو انگلش گورنمنٹ کی بدولت نکل سکتے ہیں۔"

ایسا شخص جسے مسلمانوں کا استحکام انگلش گورنمنٹ میں نظر آئے وہ حقیقت میں مسلمانوں کا کس درجہ بدخواہ ہوگا یہ ہر عقلمند بخوبی سمجھ سکتا ہے، اس نے قرآن کے ترجمے میں کیا کچھ نا غلط کر دیا ہوگا، اللہ تعالیٰ ایسوں کے شر سے ہمیں بچائے۔ آمین

شیخ سعدی کا ترجمۂ قرآن:

اعلیٰحضرت امام اہلسنت علیہ الرحمہ فتاوی رضویہ جلد ۲۳ ص ۳۸۲ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"قرآن عظیم کے مطالب سمجھنا بلاشبہ مطلوب اعظم ہے مگر بے علم کثیر وکافی کے ترجمہ دیکھ کر سمجھ لینا ممکن نہیں بلکہ اس کے نفع سے اس کا ضرر بہت زیادہ ہے، جب تک کسی عالم ماہر کامل سنی دین دار سے نہ پڑھے خصوصاً اس حالت میں کہ ترجمۂ شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سوا آج تک اُردو فارسی جتنے ترجمے چھپے ہیں کوئی صحیح نہیں بلکہ اُن باتوں پر مشتمل ہیں کہ بے علم بلکہ کم علم کو بھی گمراہ

کر دیں و اللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔"

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے تراجم کے علاوہ دوسرے تمام تراجم قرآن کو (جو چاہے اردو میں ہوں یا فارسی میں) صحیح نہیں فرمایا اس سے پتہ چلا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے وقت تک ہونے والے اُردو فارسی کے تمام ترجمہ شدہ قرآن عظیم ملاحظہ فرمائے تھے تبھی یہ بات کہی، اور اب شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ فارسی میں اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ترجمہ کنز الایمان اُردو میں سب تراجم قرآن سے اچھے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں دونوں تراجم قرآن سے زیادہ سے زیادہ فیوض و برکات حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

﴿حوالہ جات﴾

(۱) ...... فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳ امام احمد رضا خان بریلوی رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔
(۲) ...... فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳ امام احمد رضا خان بریلوی رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔
(۳) ...... مثنوی نوسرہار۔ از: شاہ اشرف الدین اشرف بیابانی
انجمن ترقی اُردو پاکستان ۱۹۸۲ء
(۴) ...... مثنوی لولوئے ازغیب از: شیر لال
انجمن ترقی اُردو پاکستان ۱۹۸۳ء
(۵) ...... مثنوی عاقبت بخیر از: سید ساجد علی فنائی
انجمن ترقی اُردو پاکستان ۱۹۸۱ء
(۶) ...... کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی، از: میر انشاء اللہ خان انشاء
انجمن ترقی اُردو پاکستان ۲۰۰۳ء
(۷) ...... مقدمہ عجائب القصص از: ڈاکٹر سید عبداللہ
(۸) ...... عجائب القصص از: شاہ عالم ثانی
(۹) ...... مضامین فرحت از: مرزا فرحت اللہ بیگ
(۱۰) ...... ملفوظات اعلیٰ حضرت از: مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(۱۱) ...... چند ہم عصر از: بابائے اُردو مولوی عبدالحق۔